بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محدثِ عصرؒ کی حیاتِ مبارکہ کے چند گوشے

محمد جابرابنِ عمر بادرپوری
استاذ جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ

خالقِ ارض وسما کا یہ قانون ودستور رہا ہے کہ وہ آنے والے ہر دن دارِ فانی میں کچھ لوگوں کو عدم سے وجود میں لاتا ہے اور بعض کو اس دارِ فانی سے دارِ بقاء کی طرف لے جاتا ہے، اس سلسلۂ آمد ورفت میں کچھ ہستیاں ایسی بھی ہوا کرتی ہیں کہ جن کے آنے کی خوشی تو بہت کم لوگوں کو ہوتی ہے؛ لیکن ان کے جانے کا غم لاکھوں کی زندگی میں اثر انداز ہوتا ہے، غم کی وجہ ان نفوسِ قدسیہ میں پائی جانے والی بے مثال خوبیاں اور کمالات سے افادۂ عام کا ہمیشہ کے لئے منقطع ہو جانا ہے۔ اسی مقدس گروہ میں ماہرِ فن رجال، امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جونپوری رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کا بھی شمار ہوتا ہے۔

آزمائشوں کے سایہ میں ولادت وطفولیت :

آپ نے چوکیہ گورینی کھیتا سرائے، ضلع جونپور کے مردوم خیز علاقہ میں بروز شنبہ ۲۵ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲ اکتوبر ۱۹۳۷ء صبح ۷ بجے آنکھیں کھولیں ابھی عمرِ عزیز کی چھٹی منزل ہی میں قدم رکھا تھا کہ ماں کا شفقت بھرا سایہ سر سے اُٹھ گیا، اب والدِ مرحوم کی زیرِ تربیت دن بسر ہونے لگے، اور چونکہ یہ انسانی مزاج رہا ہے کہ ہر باپ اپنے بیٹے کے بارے میں یہ تمنا رکھتا ہے کہ وہ بڑا ہو کر اس کی جگہ سنبھالے، چنانچہ آپ کے والد محترم کی بھی یہی امید تھی؛ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، آسمانوں پر کچھ اور ہی فیصلہ ہو چکا تھا، اور کاتبِ تقدیر نے خدمتِ حدیث کو مقدر کر دیا تھا.... چنانچہ والدِ محترم کی چاہت کے باوجود دستِ قدرت نے اپنی حکمتِ کاملہ کے تحت آپ کو دنیوی جھمیلوں سے دور رکھا، یہ واقعہ اس بات کی کھولی دلیل ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے والد محترم کے دوست نے کہا کہ یونس بڑا ہو گیا ہے، اس کو بنارس بھیج دو ''ململ'' چلانے کے لئے؛ لیکن خدا کا کرنا کہ خود والد صاحب نے منع کرتے ہوئے یہ کہا کہ یہ اس کے بس کا کام نہیں ہے۔

ابتدائی تعلیم :

جس کی زندگی خدمتِ حدیث کے لئے وقف ہونے والی تھی، اس کو چھ یا سات سال کی عمر میں مکتب جانے کا شوق پیدا ہوا، حالانکہ اس عمر میں بچہ مجبوراً مکتب جاتا ہے الا ماشاء اللہ، پھر یہ طفلِ مکتب ۱۳ سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم قصبہ مالی کلاں میں داخل ہوا ابتدائے فارسی سے لے کر سکندر نامہ تک اور پھر ابتداء عربی سے لے کر مختصر المعانی، مقامات، شرحِ وقایہ، نور الانوار تک وہاں تعلیم حاصل کی یوں ایک حد تک نصابِ تعلیم کو تکمیل تک پہنچایا۔

مردم شناس اساتذہ :

اس طالبِ علم نے اکثر کتابیں اس استاذ سے پڑھیں جن کے بارے میں وہ خود فرماتے تھے کہ: ''حضرت اقدس مولانا ضیاء الحق صاحب جس بچہ کے بارے میں فرماتے کہ وہ پڑھ لے گا تو وہ پڑھ لیتا، اور جس طالبِ علم کے بارے میں کہتے کہ وہ نہیں پڑھے گا تو وہ نہ پڑھ پاتا۔'' اور بعض کتابیں حضرت اقدس

مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ سے پڑھیں اور یہ ایسی شخصیت تھی جن کا بچوں کی تربیت میں بڑا اہم رول رہا ہے، اور وہ اس بچپن ہی میں ''آداب المعاشرت''، سیلکھواتے تھے جو آم کے آم گھٹلیوں کے دام کا فائدہ دیتا۔ پھر علیا کی تعلیم کے لئے حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم جونپوریؒ کی رائے ومشورہ سے مظاہرالعلوم کی جانب رختِ سفر باندھا۔

گلستانِ مظاہر میں :

اس علم کے طالب کو تقدیر شعبان ۱۳۷۷ھ میں افراد ساز ادارہ مظاہر علوم سہارن پور لے آئی، جلالین شریف، ھدایہ اولین وغیرہ سے اپنی علیا کی تعلیم کا آغاز کیا اور ساتھ ہی ماہر اور شفیق اساتذہ کی زیرِ نگرانی تعلیم وتربیت کا پیراہن زیبِ تن کیا، جس کے نتیجہ میں مطالعہ اور تعلیم کو ایسا جلا ملا کہ بس وہ نوجوان اس کا ہی کیڑا بن کر رہ گیا اور ہمیشہ متلاشیٔ کتب رہتا تھا، کتابوں سے شغف کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک بار کچھ کتابوں کی اس طالبِ علم کو ضرورت تھی مظاہر کے مکتبہ میں وہ موجود تھیں وہاں سے نکلوانے کی اجازت نہ تھی، اس سے استفادہ کی شکل یہ نکالی کہ جب کتب خانہ بند ہو جاتا، کھڑکی سے کتاب نکال کر پڑھتا، پھر اس کی جگہ رکھ دیتا، ناظمِ کتب خانہ کو کسی طرح اس کی بھنک لگ گئی کہ یہ سب اس طالبِ علم کی کارستانی ہے، انہوں نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اور حضرت ناظم صاحب (مولانا اسعداللہ صاحبؒ) سے جا کہا، مگر یہ سچی طلب کی برکت تھی کہ خود حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے بلا کر اپنے نام پر کتابیں نکلوانے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ اس مژدہ کا سننا تھا کہ اس کی خوشی کی انتہاء نہ رہی، اب یہ عاشقِ کتب جاتا اور بلا کسی جھجک کے کتابیں پڑھ کر واپس آجاتا، اسی طرح بڑی محنت ولگن کے ساتھ اپنی تعلیمِ علیا سے بھی شعبان ۱۳۸۰ھ میں فارغ ہوا، اس آخری سال (دورۂ حدیث) میں موجود کتابیں مندرجۂ ذیل اساتذہ سے پڑھیں.........

(۱) بخاری شریف - حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ

(۲) ابوداؤد شریف - حضرت مولانا اسعداللہ صاحبؒ

(۳) مسلم شریف - حضرت مولانا منظور احمد خان صاحبؒ

(۴) ترمذی ونسائی - حضرت مولانا امیر احمد صاحبؒ

جس سال یہ نبی کا سچا پکا عاشق فارغ ہوا اس سال اکیاون (۵۱) طلبہ نے مظاہر علوم سے سندِ فراغت حاصل کی، جن میں اول نمبر پر فائز ہونے والا طالبِ حدیث یہی تھا، مجموعۃ الامراض تھا، جس کی رات میں حدیث پڑھتے وقت یہ حالت ہوا کرتی تھی کہ وہ بزبانِ حال یہ کہتا تھا کہ یونس! ابھی حدیث شریف پڑھ لے صبح تک تو زندہ نہیں رہے گا۔

غمِ فرقت وکرمِ الٰہی :

مدارس میں رسمی فراغت ایک ایسا موڑ ہے کہ جہاں آکر طالبِ علم کی نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، اس لئے فراغت کے بعد ہر طالبِ علم کی دلی خواہش رہتی ہے کہ وہ کسی شعبہ میں خدمت کرے؛ لیکن جو جس لائق ہوتا ہے مسبب الاسباب اس کو وہی پہنچاتا ہے، کچھ اس طرح اس طالبِ علم کے ساتھ بھی پیش آیا، اس کو خود ان کی زبانی سنتے ہیں فرمایا:

> ''جب فراغت ہوئی تو ہمارے سب ساتھی ایسے تھے کہ ان کی پہلے سے جگہیں متعین تھیں، ہم ہی ایک بے کس وبے بس تھے جس کو کوئی پوچھنے والا نہیں تھا، ہم ایسے ہی بے بسی کے عالم میں تھے، ایک دن سوچ رہے تھے کہ کل ہم گھر چلے جائیں گے تو عشاء کی نماز حضرت شیخ الحدیث کے برابر پڑھی (حضرت اس جملہ پر آب دیدہ ہوگئے) حضرت اٹھ کر

نفل پڑھنے لگے، میں خوب رویا کہ اب یہ حضرات دیکھنے کو نہیں ملیں گے، میرے پاس اتنی کیا گنجائش تھی؟ جی بھر کر رو لیا، اس کے بعد سنت اور وتر پڑھ کر اپنی جگہ آ گیا، پھر مجھے اللہ نے حضرت ہی کی زبانی یہ خوش خبری سنائی کہ ہم تمہیں یہاں رکھ لیتے ہیں، شاید جیب میں صابن رکھ لیا تھا، کل کپڑے دھو کے یہاں سے چلنا ہے۔ بچو! جو کچھ ہوا اللہ کے کرم سے ہوا ورنہ ناچیز عیوب کا مجموعہ اس قابل بھی نہیں تھا کہ پڑھتا اور پڑھاتا، اس کا سب کرم ہی کرم ہے۔''

ابن الفلاّح منصبِ تدریس پر :

اس بے بس و بے کس طالبِ علم کے مظاہر علوم میں تقرر کے بعد اس نے ابتدائی کتابیں پڑھائیں، پھر دو تین سال متوسلات پڑھانے کا موقع ملا، ۱۳۸۴ھ میں مسلم شریف، ابن ماجہ، موٴطین وغیرہ دی گئیں۔ اس کے بعد ۱۳۸۸ھ میں تدریس کے اوجِ ثریا کو پہنچ گئے، گویا اصح الکتاب بعد کتاب اللہ الجامع الصحیح للبخاری کا اپنے عاشقِ زار سے وصال ہو گیا۔ رحیم و کریم رب نے کسان کے بیٹے کو اپنے زمانہ کا محدث بنا دیا، اس نے سچ فرمایا: (وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءَ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءَ): عزت کے اسباب ہونے کے باوجود ذلیل کر دیتا ہے اور ذلت کے اسباب ہوتے ہوئے بھی عزت سے نواز دیتا ہے: (اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ)

شیخ الحدیث کے منصب پر :

حضرت شیخ الحدیثؒ کی عظیم ہستی اور بزرگی، صحبتِ مشائخ، کثرتِ تصانیف و تالیف کی وجہ سے علمی دنیا میں ان کا ایک بڑا مقام تھا، چونکہ بخاری شریف کی مسند پر اس وقت آپ ہی فائز تھے، اس لئے طلبہ آپ کے پاس بخاری شریف کے پڑھنے میں فخر محسوس کرتے تھے؛ لیکن جب یہ نوجوان عالم حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی طرف سے مامور ہوا کہ اب وہ اب بخاری کا درس دے گا، تو اس وقت موجود طلبہ کو اپنی محرومی کا احساس ہوا، پس انہوں نے مختلف طریقوں سے اس کا اظہار کیا؛ لیکن جب یہ اطلاع انتظامیہ تک پہنچ گئی تو جوابی کارروائی کے طور پر حضرت شیخ الحدیث نے یہ اعلان لگوایا کہ

> ''حضرت شیخ الحدیث نے اپنے شاگردِ رشید کے درسِ حدیث پر پسندیدگی کا سکہ لگا دیا ہے، حالانکہ کوئی رشتہ داری اور نہ کوئی درخواست و عرضی، چونکہ قوت و ہمت نے جواب دے دیا ہے اور ضعف کی وجہ سے بخاری پڑھانا بس میں نہیں اس لئے مولانا یونس صاحب کو منتقل کیا ہے، جسے پڑھنا منظور ہو وہ پڑھے ورنہ کسی اور مدرسہ میں داخلہ لے لو۔''

اس اعلان کے آویزاں ہوتے ہی فضا کچھ پرسکون سی ہو گئی اور اب باقاعدہ یہ نوجوان درسِ حدیث کے لئے مسندِ حدیث پر بیٹھتا اور درس کا آغاز کرتا ہے، تو دیکھنے والے دیکھتے ہیں اور سننے والے سنتے ہیں کہ محدثین، متکلمین، مفسرین، شراحِ کرام اور ائمۂ جرح و تعدیل کے ناموں کی ایک لمبی فہرست رواۃ پر سیر حاصل کلام، اختلافِ ائمہ کا ان کے مصادر و مراجع سے بیان؛ بلکہ مزید برآں کسی محدث پر موٴدبانہ تنقید اور ''اپنی رائے'' یہ سب متعلقات درسِ حدیث اس محدثِ عصر کے سبق میں پایا جاتا ہے، یہ دیکھ کر سب کے سب انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں اور سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ یہ ہے کون؟ حضرت شیخ الحدیث یا حضرت سہارنپوری ہے یا علامہ کشمیری یا حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے خاندان کا کوئی فرد ہے، اب طلبہ کی آنکھیں کھلتی ہیں اور حضرت شیخ الحدیث کاندھلویؒ کی بصیرت و دور اندیشی کے قائل ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے موزوں ہیرے کا انتخاب کیا ہے!!! جانتے بھی ہو یہ کون نوجوان ہے؟ یہ وہی ہے جو اپنا ایک واقعہ خود نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

> ''ایک مرتبہ بچپن میں نانا نے کہا کہ بھینس چراؤ! تو میں بھینسوں کو لے کر نکل پڑا، وہ کبھی دائیں کبھی بائیں چلی جاتیں، میرے قابو سے باہر یہ منظر دیکھ کر نانا نے کہا یونس تجھے بھینس چرانا نہیں آتا تو کیا کرے گا؟''

بالکل ٹھیک یہ کلام خطّاب نے اپنے بیٹے عمرؓ سے کہا تھا کہ عمر!! تجھے اونٹ چرانا نہیں آتا تو کیا کرے گا؟ لیکن دنیا نے انہی حقیقی آنکھوں سے دیکھا کہ ان

کی حکومت ایک وسیع وعریض خطۂ ارض میں پھیلی ہوئی تھی۔ قارئین! یہاں بھی ہماری نگاہوں نے دیکھ لیا کہ اس نے سارے عرب وعجم پر اپنے علم وعمل کا لوہا منوایا۔

درسِ حدیث کے لئے اہتمام :

اس عاشقِ رسول ﷺ کا اپنے معشوق کی حدیثوں کو بیان کرنے کے لئے دارالحدیث میں جانے کا انداز بھی نرالا ہوا کرتا تھا، اپنے حجرہ سے نہایت وقار کے ساتھ نکلتے، اکثر لنگی میں رہتے؛ لیکن جب درس میں جاتے تو پائجامہ پہنتے، مشلح اوڑھتے، ہاتھ میں عصا لیتے اور عطر لگا کر کمرہ سے تشریف لے جاتے، پھر یہ دعا کرتے: ''اے اللہ شرح صدر فرما، اے اللہ ایسی بات کہنے کی توفیق عطا فرما جو طلبہ کے لئے مفید ہو۔

درس کی بے مثال پابندی :

اوقات کی خوب قدر کرتے، ان کو خوب تول تول کر گزارتے، ایک ایک لمحہ ضائع ہونے سے بچاتے اور اس بات کی کوشش کرتے کہ سبق ناغہ نہ ہونے پائے، اس کی تائید حسبِ ذیل واقعات سے ہوتی ہے: ایک مرتبہ حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کے جنازہ سے فارغ ہو کر دن کے بارہ بجے تشریف لائے، چونکہ ساری رات آنکھوں میں کٹی تھی اس لئے طلبہ کی اکثریت یہ گمان کر کیکہ حضرت تشریف نہیں لائیں گے درسگاہ میں حاضر نہیں ہوئی، مگر حضرت ان کے خلافِ زعم تشریف لے آئے۔ جب حضرت سبق میں آئے تو دیکھا کہ تقریباً ۳۰ طلبہ تھے، فرمایا: ''بھائی ہمارا کام تو سبق پڑھانا ہے دس ہی طلبہ کیوں نہ ہو۔

اسی طرح حضرت اکثر بیمار رہتے تھے؛ لیکن پھر بھی درس میں آنے کی کوشش کرتے، ایک مرتبہ جمعہ کی رات (مغرب کے وقت) پیٹ میں سخت درد لاحق ہوا، مغرب کی نماز کے بعد مصلّی ہی پر سو گئے، شدتِ درد سے جب کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا ارے بھائی! میں مصلّی پر سو گیا ہوں اسے ہٹاؤ! مصلّی پر نہیں سویا جاتا۔ یہ مؤدّب ہستی ہر قابلِ تعظیم شئی کی تعظیم کرتی تھی، اسی لئے بانصیب بن گئی تھی، اسی دوران فرمایا کہ سبق میں جانا ہے''جابر کو بلاؤ!'' بندہ اس وقت وہاں موجود نہ تھا؛ بلکہ دارالحدیث پہنچ چکا تھا؛ چنانچہ مجھے بلایا گیا، پھر حضرت نے پوچھا کہ درس میں آؤں! تو جواباً بندہ نے کہا: ''حضرت آپ کی جیسی طبیعت ہو'' پھر حضرت نے یہی سوال مولانا طاہر صاحب رائے پوری دامت برکاتھم سے فرمایا، انہوں نے بھی یہی جواب دیا، پھر حضرت نے فرمایا کہ ''میں تو سبق میں جاؤں گا، بچے میرے لئے دعا کریں گے''، شیخِ کامل کا اپنے شاگردوں سے پوچھنا یا تو اس کو اس مربی ومشفق کا تواضع سمجھئے یا طلبہ کی دلجوئی، پھر اس کے بعد حضرت درس کے لئیتشریف لے گئے، درس باقاعدہ شروع ہوا؛ لیکن آپ کی تکلیف میں اضافہ ہو گیا آپ مسند ہی پر لیٹ گئے اور طلبہ سے کہا کہ ''میرے لئے دعا کرو''؛ لین اس متوکل علی اللہ نے سبق نہیں چھوڑا۔ طلبہ نے نماز ادا کی پھر دعا کی، اس کے بعد حضرت نے فرمایا: ''آؤ! تھوڑا پڑھ لیتے ہیں''۔ کہاں سے لائیں ایسی مثالیں جنہوں نے اسباق کی پابندی کو ہر حال میں لازم پکڑا۔

کیفیتِ مطالعہ اور کتابوں سے شغف :

آپ کا مطالعہ کئی کئی گھنٹوں پر مشتمل ہوا کرتا تھا، اس کے بیچ کبھی کسی طرف التفات نہ فرماتے، بس اس میں اس طرح کھو جاتے تھے کہ دنیا ومافیھا سے بے خبر معلوم ہوتے، اسی وجہ سے بندہ کو اگر کوئی کام حضرت کے حجرہ سے متعلق ہوتا تو اس کو حضرتؒ کے مطالعہ کے وقت ''مغرب کے بعد'' پورا کر لیتا تھا۔

اور حضرتؒ کے مطالعہ کی کیفیت بھی قابلِ دید ہوتی تھی، جھک کر بیٹھتے، ٹیک نہ لگاتے، کوئی چیز کتاب پر نہ رکھتے، ایک مرتبہ قلم کو رکھا تو فرمایا: ''میں کتاب پر تو کوئی چیز نہیں رکھنا چاہتا ہوں، یہ قلم اس لئے رکھ دیتا ہوں کہ اگر دوسری جگہ رکھ دوں تو مجھے اٹھاتے ہوئے تعب محسوس ہوتا ہے، میرا بدن بار بار اٹھنے کا

تحمل نہیں کر پاتا، ہمیشہ کتابوں میں مشغول رہتے، ہر طرف کتابوں کا ڈھیر لگا ہوا ہوتا تھا، ان ہی کے درمیان اٹھتے بیٹھتے، کتابیں ہی آپ کی دوست تھیں، تنہائی کی مونس، شب گزاری کا سامان تھیں، گویا کتابیں ہی سب کچھ تھیں، جہاں جاتے انہی کو تلاش کرتے، اگر چہ آپ درسِ حدیث شریف اور حرمین شریف کے علاوہ سفر نہ فرماتے تھے، حرمین شریفین کے سفر کے وقت جہاں تک آپ چلنے پر قادر تھے کتب خانوں میں اپنے ان ہی ساتھیوں کو تلاش کرتے، شاید کوئی مونس مل جاوے، جب سکت باقی نہ رہی تو پھر جانا تو موقوف کردیا؛ البتہ کسی اور کے واسطہ سے نئی کتب کے متلاشی رہتے تھے، اسی وجہ سے انگلینڈ میں ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم سے فرمایا تھا کہ ’’میں نے حدیث شریف کی کوئی چھوٹی بڑی کتاب نہیں چھوڑی جو نہ پڑھی ہو۔‘‘

درسِ بخاری شریف کی ایک جھلک حضرت ہی کے الفاظ میں :

جب حضرت اپنے آخری سفر (۱۶اپریل ۲۰۱۷ء) میں ختمِ بخاری کی مناسبت سے جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ (گجرات) تشریف لائے، اس وقت آپ نے وزنِ اعمال پر گلفشانی کرتے ہوئے ایک عجیب وغریب نکتہ بیان فرمایا تھا جس کو کئی علماء کرام نے سراہا۔ چنانچہ اسے نیچے دیئے گئے درسِ بخاری میں جلی عبارت میں ممیّز کر کے سپردِ قلم کرتا ہوں۔

قولہ تعالیٰ: ’’ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ ‘‘ ہم انصاف کے ترازو قائم کریں گے، حساب ختم ہونے پر ترازو اعمال کی لگائی جائے گی، کب؟ آخر میں، جب اعمال کا سلسلہ ختم ہو جائے گا، اسی لئے امام بخاریؒ نے وزن اعمال کا مسئلہ آخر میں رکھا ہے، تا کہ یہ آخری باب طالبِ علم کے دل و دماغ کو متوجہ رکھے، اعمال کے وزن ہونے کو سامنے رکھے، اور اس کی فکر کرے کہ ہم غفلت میں نہ گذر جائیں، اللہ کو راضی کریں، توبہ کریں، ہوش کے ساتھ جائیں، اللہ سب کے گناہوں کو معاف فرمائے، سب کو جزا نصیب فرمائے۔ ’’ وإنّ اعمال بنی آدم وقولھم ‘‘ اور بنی آدم کے اعمال واقوال تولے جائیں گے، اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ چند وہ لوگ جن کو اللہ بے حساب داخل فرمائیں گے، ان کے لئے جنت مقدر کردی ہے، باقی لوگوں کے اعمال وزن کئے جائیں گے؛ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کل قیامت میں کیا وزن کیا جائے گا؟ اس میں علماء کے تین قول ہیں:

(۱) ’’اعمال‘‘ یہی اکثر علماء کا مسلک ہے یہی امام احمد، امام بخاری، امام ابوزرعہ، ابوحاتم رازی، ابومحمد ابن حزم ظاہری اور امام ابوحنیفہ رحمھم اللہ فرماتے ہیں، اور یہی ظاہری نصوص سے ثابت ہے۔

(۲) دوسرا قول ایک جماعت کا ہے کہ وہ کہتے ہیں: نامۂ اعمال تولے جائیں گے، حدیثِ بطاقہ اس کی دلیل ہے، قیامت کے دن ایک آدمی کے ننانوے دفتر نکالے جائیں گے گناہوں کے، اور وزن شروع ہو جائے گا، سارے گناہوں کے دفتر ایک طرف، دوسرا پلڑا خالی۔ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ پوچھیں گے کہ کیا تیرے پاس کچھ ہے؟ وہ نفی میں جواب دے گا، ارشاد ہوگا: ’’ بَلٰى اِنّ لَکَ عِنْدَنَا حَسَنَةً ‘‘ (اس پر حضرت آبدیدہ ہوگئے) ہاں ہاں تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے، اور ایک بطاقہ کاغذ کا ٹکڑا نکالا جائے گا، جس میں ’’ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انّ محمداً رسول اللہ ‘‘ لکھا ہوگا، (فتوضع البطاقۃ) وہ کاغذ کا ٹکڑا ایک طرف رکھ دیا جائے گا، آگے کیا ہوگا؟ ’’ فثقل البطاقۃ وطاشت السجلات ‘‘ وہ کاغذ کا پرچہ تو وزن دار ہو جائے گا، اور رہ سجلات (دفتر کے دفتر) کا کیا ہوگا؟ وہ ہوا ہو جائیں گے۔ بھائی یہ دوسرا قول ہے بعض بڑے علماء نے ابنِ عبد البر جیسے امام کی طرف منسوب کیا ہے، واللہ اعلم! بہر حال یہ دوسرا قول۔

اگر کچھ کہا جائے تو یوں کہہ سکتے ہیں: ’’میاں! جیسا کام ویسا وزن، معاصی کسی کی طرف سے آئے؟....گنہگاروں کی طرف سے!....تو خود معاصی کا اثر گنہگاروں جیسا، اور گنہگار کیا ہے؟....مخلوق!....جس کی اصل کیا ہے؟....عدم!......یہ مخلوق پہلے معدوم تھی پھر موجود ہوگئی، اور شہادتِ توحید کیا ہے؟....اللہ کے

واحد ہونے کا اقرار!.....اللہ کا واحد ہونا اس کی ذاتی صفت ہے، اس میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے، وہ اتنی وزن دار بھی ہے، بس ادھر مخلوق کمپنی، ادھر خالق کمپنی کی صفت، ان دونوں میں ہوا مقابلہ (خالق کمپنی) حق تعالیٰ شانہ کی صفت غالب آئی اور مخلوق کمپنی ہوا میں اُڑگئی.....ہوسکتا ہے؛.....لیکن کس کے پاس گارنٹی ہے ؟کس کے پاس یہ ہے کہ بطاقہ اس کے پاس ہوگا؟ یہ اللہ ہی جانتا ہے، بہت ڈرنا چاہئے۔

(۳) بعض اہلِ تذکیر نے لکھا ہے کہ اصحابِ اعمال تولے جائیں گے، اعمال والے تولے جائیں گے۔ترمذی شریف کی روایت میں ہے ''إنّ رجلا عظيما سمينا ليأتي عند الله ولا يزن بجناح بعوضة. او كما قال ''ایک مچھر کے پر کے برابر بھی اس کا کوئی وزن نہ ہوگا۔ یہ تین قول ہیں۔ممکن ہے تین مواقع میں یہ ہو، کہیں اعمال تولے جائیں، کہیں اصحاب اعمال تولے جائیں اور کہیں نامۂ اعمال تولے جائیں۔''اب مجھ کو بچو!اجازت دو میں تھک گیا، کتاب کا خاتمہ مصنف نے ''سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم'' پر کیا ہے، سبحان کے معنی ہے ''تنزيه'' ''تنزيه'' کے معنی تقدیس، اللہ سبحانہ وتعالیٰ مقدس ہے، ایک روایت میں ہے کہ بعض صحابہؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا: کیا اللہ میاں بھی نماز پڑھتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا:''ہاں! پڑھتے ہیں! اور جبرئیل علیہ السلام سے پوچھ کے بتایا کہ اللہ کی نماز کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنی عظمت کا اقرار خود فرماتا ہے (سبّوحٌ قدّوسٌ) پاک ہے پاک ہے اللہ! منزّہ ہے منزّہ ہے اللہ! (یہاں حضرت روپڑے) اللہ تعالیٰ پاک ہے، وہاں پاکی ہی پاکی ہے، اپنی پاکی کا ذکر کرتے ہیں تاکہ ملائکہ اس کو سن کر بیزار رہے، اور سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس تمام عیوب سے مبرّا ہے، جنت میں جو کوئی جائے گا وہ مبرا اور منزہ ہو کہ جائے گا، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے تھے کہ بغیر تزکیہ کوئی شخص جنت میں نہیں جائے گا۔اسی کو حضرت اقدس تھانویؒ نے اپنے عارفانہ انداز میں فرمایا:''جنت میں جو کوئی جائے گا مہذب ہو کر جائے گا سمجھے!انسان کی تہذیب کیا ہے؟ اس کے عیوب چھانٹ کر ختم کر دیئے جائیں، نیکی نیکی رہ جائے، بہت ضرورت ہے ہم کو اپنی غلطیوں سے توبہ کرنے اور آخرت کی طرف توجہ کرنے کی۔امام بخاریؒ نے سبحان کا آخر میں ذکر کے انجام کی طرف توجہ دی، اور بتایا کہ اللہ پاک ہے اور پاکوں کو پسند کرتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ شانہ کی پاکی کا وصف ہم بندوں کو پیدا کرنا چاہئے، گناہوں سے توبہ کرنا چاہئے، استغفار کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ اس بولنے کہنے میں برکت ڈال دے، ہماری خطاؤں کو معاف فرمادے۔ آمین!

استفادۂ کتب اور علمی مقام :

علمِ حدیث کے سلسلہ میں ویسے تو حضرت نے لامحدود وانگنت کتابوں سے استفادہ فرمایا، جیسا کہ خود آپ نے حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم العالیہ سے فرمایا تھا کہ ''مفتی صاحب! میں نے علمِ حدیث کی کوئی بھی چھوٹی بڑی کتاب نہیں چھوڑی...'' مگر خصوصاً حضرت نے جن اساطینِ علم اور ائمۂ فن سے خوشہ چینی کی اور جن کی کتابوں سے فنِ حدیث کو سمجھا، ان کا تذکرہ کرتے ہوئے خود حضرت نے فرمایا (کہ جس سے آپ کا علمی مقام بھی آشکارہ ہوتا ہے):

> ''........حضرت شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ حافظ شمس الدین ذھبیؒ، حافظ ابنِ کثیرؒ، حافظ ابنِ قیمؒ، حافظ ابنِ رجبؒ، حافظ ابنِ عبدالھادی حنبلیؒ، امام علامہ محقق احناف حافظ جمال الدین زیلعیؒ ان کی کتابوں سے میں نے فن حاصل کیا، فن کو سمجھا، یہ ہے میرے اساتذہ!اوران میں سب سے بوڑھا حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ ہیں، میں سیکڑوں اعتراض حافظ پر کرتا ہوں؛ لیکن ان کی امامت، ان کی بزرگی، ان کی برتری میرے بدن کو، جسم کو ڈھانپے ہوئے ہے۔''

☆ ☆ ☆

اتباعِ رسول ﷺ وعشقِ رسول ﷺ :

اللہ رب العزت کا قرب اوراس کی محبت، عشقِ رسول اور اتباعِ رسول کے بغیر ناممکن ہے، یہی تو عشقِ الٰہی کی کسوٹی ہے۔ جو عاشق اپنے معشوق کی باتوں کو پوری زندگی پڑھتا پڑھاتا رہا، سمجھتا سمجھاتا رہا، جس نے اپنی زندگی کے تمام قیمتی لمحات محبوبِ رب العالمین کے پاک کلام کی تحقیق وجستجو میں کھپادی، اس کے عشقِ رسول کا کیا عالم ہوگا، جن آنکھوں نے دیکھا ہے وہی سمجھ سکتے ہیں اور محسوس کر سکتے ہیں، تحریر کے تنگ جامہ میں یہ سب باتیں کہاں سما سکتی ہیں؟

اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ”ان سے تعلق پیدا کرو! ان سے محبت کرو!“ فرماتے: ”بھئی! درود شریف خوب پڑھو! درود شریف خوب پڑھو! ان کا حق ہے، خلافِ سنت کام کو آپ کی طبیعت گوارا ہی نہیں کرتی تھی، فوراً آپ اس پر تنبیہ فرماتے، اسی کو تو شانِ صحابیت کہتے ہیں جو درسِ حدیث کا اصل مقصود ہے۔

(ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء)

ایک مرتبہ ایک صاحب کو دیکھا کہ ان کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہے، فرمایا: بھائی! اپنا پائجامہ ذرا اونچا کرلو! وہیں موجود کسی عالم نے کہا کہ ان کو تو ڈانٹنے کی عادت ہے، حضرت نے یہ جملہ سن لیا، بس کیا تھا، چہرہ کا رنگ بدل گیا، حساس طبیعت پر اتنا اثر پڑا کہ ساری رات کروٹیں بدلتے رہے، اس فکر میں کہ میں نے تو انہیں سنت پر متنبہ کیا اور یہ کہتے ہیں کہ ان کو ڈانٹنے کی عادت ہے، اسی بے چینی کے عالم میں آپ پر غنودگی چھاگئی اور آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نہایت ہی حسین وجمیل چہرے والا شخص کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ ”تم نے ٹھیک کہا“۔ وہ کون تھا؟ وہی غریبوں کا مولیٰ، یتیموں کا والی، غمگینوں کا غمگسار جنابِ محمد مصطفیٰ ﷺ تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو سارا غم اور پریشانی کافور ہو چکی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت قدس سرہ گجرات تشریف لائے ہوئے تھے، آپ کا قیام حضرت شیخ محمد حنیف صاحب لوہاروی دامت برکاتھم کے مکان پر تھا، شیخ حنیف صاحب نے اپنے بھائی کو حضرت کی خدمت میں حاضر کرتے ہوئے عرض کیا کہ انہوں نے آپ کے کہنے پر ڈاڑھی لکھ لی ہے، بس یہ سن کر حضرت رو پڑے اور فرمایا: ”میں کیا ہوں کہ میرے حکم سے انہوں نے ڈاڑھی رکھی؟“۔ فرمایا: ”ڈاڑھی اس لئے رکھو کہ انہوں نے اس کا حکم دیا ہے، یہ تو ان کی سنت ہے۔

اسی طرح کا دوسرا واقعہ ہے کہ حضرت ایک مرتبہ کھروڈ تشریف لائے ہوئے تھے اسی موقع پر فرمایا: ”میں سرکہ سنت کی نیت سے سال میں دو تین مرتبہ کھا لیتا ہوں، جبکہ سرکہ سے مجھے نزلہ ہوجاتا ہے، پھر ایک تاریخی جملہ فرمایا کہ خواہ میری جان نکل جائے سنت نہیں چھوڑوں گا۔

ایک اور واقعہ اتباعِ سنت کے سلسلہ کا یہ ہے کہ ذی الحجہ کا مبارک مہینہ شروع ہو چکا تھا اور حضرت کا سفرِ حج تذبذب میں تھا، اسی دوران حضرت کی مونچھیں کچھ بڑھ گئی تھی، فرمایا اگر حج کے سفر میں چلا گیا تو ایامِ حج کے بعد ورنہ قربانی کے بعد اپنی مونچھیں تراش لوں گا؛ لیکن سنت کے خلاف نہیں کرونگا، چاہے چہرہ کتنا ہی بدصورت معلوم کیوں نہ ہو۔

آلِ رسول ﷺ سے غیر معمولی محبت :

حضرت سادات سے خوب محبت فرماتے اور ان کا غایت درجہ اکرام فرماتے تھے، ایک مرتبہ بندہ سے فرمایا کہ ”جابر! یہ پیسے لو اور کسی غریب طالبِ علم کے حوالہ کردو؛ لیکن یاد رکھو کہ یہ صدقات کے پیسے ہیں، کسی سید کو نہ دینا، اس لئے کہ وہ میرے نبی کی اولاد میں سے ہے، ہاں! اگر کوئی سید ہو تو مجھے بتلانا میں ان کو لِلّٰہ رقم میں سے دوں گا۔“

اسی طرح حضرت ان کو دوسرے لوگوں پر ترجیح دیتے تھے، اس بات کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ مولانا سید مرغوب صاحب سہارنپوری دامت برکاتھم حضرت کی خدمت میں آیا کرتے تھے اور مجلس میں پیچھے بیٹھ جایا کرتے تھے؛ لیکن پھر جب حضرت کی نظر ان پر پڑتی تو حضرت ان کو آگے بلا لیتے، تو ایک

مرتبہ معمول کے مطابق وہ آئے تو حضرت نے ان کو آگے بلا لیا تو فوراً بندہ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ ان کو کیوں آگے بلاتے ہیں؟ تو حضرت کو کشف ہوگیا اور فرمایا کہ میں انہیں آگے اس لئے بٹھاتا ہوں کہ وہ سید ہیں۔

نماز کا اشتغال اور کیفیت :

تقریباً ۲۰۰۵ء کا واقعہ ہے کہ ان دنوں حضرت کے قدموں پر بہت ورم رہا کرتا تھا، جہاں تک ہوسکتا تھا حضرت کھڑے ہوکر ہی پڑھتے تھے، اور اس وقت حضرت سہارے سے چلا کرتے تھے۔

ایک دن طلبہ کے سہارے سے نماز کے لئے کھڑے ہورہے تھے اور آپ کے قدم ٹھیک سے زمین پر ٹکتے بھی نہ تھے، یہ منظر دیکھ پیر طلحہ صاحب دامت برکاتھم بڑے دردمندانہ لہجہ میں بول پڑے: حضرت اس عمر میں بھی اگر معذوری نہ مانی جائے گی تو کس عمر میں مانی جائے گی؟ حضرت شیخ نے فرمایا: مولانا جب تک گاڑی چلتی ہے چلنے دو۔

ایک مرتبہ حضرت کو دل کا دورہ پڑا، دہلی کے کسی طبیب سے رجوع کیا تو طبیب نے حضرت کو زمین پر سجدہ کرنے سے منع کردیا اور اشارہ سے سجدہ کرنے کو کہا، اس کے بعد تو حضرت کی کیفیت ہی بدل گئی، بڑے بے چین و بے قرار رہنے لگے۔

ایک مرتبہ اسی بے چینی کے عالم میں یک لخت سجدہ میں گر پڑے اور زار وقطار رونے لگے، اور زبان پر یہ کلمات جاری تھے: ''اے اللہ میرا ایسا کونسا گناہ ہے جس کی بدولت مجھے سجدہ سے محروم کردیا گیا، اس کے بعد اللہ کا فضل یہ ہوا کہ حضرت زمین ہی پر سجدہ کرنے لگے۔

تحمل :

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کئی اوصاف وکمالات کی جامع تھی، اور چونکہ یہ مقولہ مشہور ہے کہ نعمت والا محسود ہوا کرتا ہے؛ لیکن ہمارے یہ حضرت محسود ہی نہیں بلکہ مسحور بھی تھے، قابلِ تعجب بات یہ ہے کہ آپؒ نے سحر کی تکلیف کے باوجود ساحر کے خلاف کبھی بددعا نہیں فرمائی۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا برھان الدین صاحب سنبھلی دامت برکاتھم حضرت شیخؒ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے، حضرت سے فرمایا: ''کون کم بخت ہوگا جس نے آپ پر سحر کروادیا: حضرت شیخ نے جواب دیا'' مولانا اس کو کچھ نہ کہئے! میں نے آج تک اس کو کچھ بھی نہیں کہا۔''

اگر آپ اس کے خلاف بددعا فرمانا چاہتے تو آپ کو کون روکنے والا تھا؟ لیکن یہ راضی بالقضاء نے کبھی اس کے خلاف کچھ بھی نہیں کہا اور نہ کیا، بسا اوقات سحر کا اثر اس قدر نا قابلِ برداشت ہوتا کہ کئی راتیں یوں ہی بیداری میں گزر جاتیں، مگر پھر بھی زبان سے حرفِ شکایت نہ نکلتا۔

مدرسہ کے مال میں احتیاط :

حضرت مدرسہ کے مال میں خوب احتیاط فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بھئی مدرسہ کے مال میں احتیاط کیا کرو! جو شخص مدرسہ کے مال میں احتیاط نہیں کرتا وہ بعد میں معاشی پریشانیوں کا شکار ہوجاتا ہے۔

ایک مرتبہ کسی مدرسہ کے بڑے مدرس حضرت قدس سرہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے تو حضرت نے خیر خیریت دریافت کرنے کے بعد فرمایا: بھائی! کس سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: مدرسہ کی گاڑی سے۔ تو حضرت نے فرمایا: بھائی! مدرسہ کے مال میں احتیاط کرنا چاہئے۔ تو انہوں نے کہا حضرت تیل اپنے پیسوں کا ڈلوایا ہے، تو حضرت نے فرمایا: انجن جو استعمال ہوا ہے اس کا کیا؟ حضرت کی یہ بات ان کے دل میں گھر کرگئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد وہ

صاحب کبھی مدرسہ کی گاڑی سے نہیں آئے، بلکہ کرائے کی گاڑی سے آیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا محمد سلمان صاحب، حضرت مولانا عاقل صاحب مدظلھم وغیرہ اراکینِ شوریٰ بعد نمازِ عصر حضرت کے حجرے میں تشریف لائے اور فرمایا: حضرت کثرتِ ضیوف کے باعث حجرہ تنگ ہوجاتا ہے، اور دوسری بات کہ آپ کو نقاہت ومرض کی وجہ سے استنجاء خانہ اٹھنے بیٹھنے میں تکلیف ہوتی ہے، اس لئے ہماری رائے ہے کہ استنجاء خانہ میں ایسی چیز لگادی جائے جس سے اٹھنے بیٹھنے میں راحت وآسانی ہو اور اس حجرے کو پیچھے کی جانب سے کشادہ کردیا جائے تاکہ مہمانوں کو تکلیف نہ ہو۔ حضرت نے فرمایا: مجھے اپنی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ابھی جلدی مت کرنا، انہوں نے اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا: ٹھیک ہے جو مناسب سمجھو، پھر ان حضرات کے چلے جانے کے بعد فرمایا: ''بھئی! میں مدرسہ کے مال میں بہت احتیاط کرتا ہوں، میں نے مدرسہ کی دیوار میں کبھی کیل بھی نہیں گاڑا ہے۔

مشتبہ چیزوں سے احتیاط :

غالباً ۲۰۰۶ء کا واقعہ ہے کہ پارلے کمپنی کی چیزوں کو مشکوک قرار دیا گیا، ان ہی دنوں میں ایک روز حضرت کو بعد نمازِ عصر بڑی شدت سے بھوک لگی، فرمایا: کچھ کھانے کو ہو تو لاؤ! بھائی خادم پارلے کمپنی کا بسکیٹ لے آیا، حضرت نے فرمایا: کونسی کمپنی کا ہے؟ جواب دیا: پارلے کمپنی کا۔ فرمایا: میں پارلے کمپنی کا نہیں کھاتا ہوں۔

آپ کا جذبۂ احسان شناسی :

حضرت کی زندگی کے جہاں دیگر پہلو تابناک وروشن ہیں وہیں آپ کی زندگی کا ایک خاص پہلو ''احسان کرنا'' بھی ہے، چنانچہ آپ اپنے ماتحتوں کو بھی اس کی ترغیب دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ: ''بچو! احسان کرو یاد رکھے جاؤ گے''۔ اور ترغیب دیتے ہوئے بارہا آپ کی زبان سے یہ واقعہ سنا گیا کہ: ایک شخص کا انتقال ہوگیا، اور اس کا چہرہ سیاہ پڑگیا، جب اس کے انتقال کی اطلاع اس کے کسی محسن الیہ کو ملی تو وہ آیا، اور دیکھا کہ اس کے محسن کا چہرہ سیاہ پڑگیا ہے، تو اس نے وہیں اپنے محسن کے لئے استغفار کرنا شروع کردیا، اور باری تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری کی ... چنانچہ ابھی اس کی دعا مکمل نہیں ہوئی تھی کہ اس مردہ کا چہرہ یکایک سفید ہوگیا۔'' جہاں آپ اپنے ماتحتوں کو ترغیب دیتے تھے وہیں آپ خود بھی اس کا بڑا اہتمام فرماتے تھے، خود بھی احسان کرتے اور اگر آپ پر کسی نے احسان کیا ہو تو اس کو کبھی فراموش نہیں کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا: ''میرے محسن حضرت مولانا کفایت اللہ ماہی والے مجھے ان کی بہت یاد آتی ہے۔'' اسی طرح آپ کی احسان مندی واحسان شناسی کا پہلو اس سے بھی اجاگر ہوتا ہے کہ آپ ہر رمضان المبارک میں محسنِ اعظم ﷺ پر ایک مکمل قرآن تلاوت فرماکر ایصالِ ثواب کیا کرتے تھے، نیز آپ ان محسنین کو بھی فراموش نہیں کرتے تھے جن کی کتابوں سے آپ نے سیرابی حاصل کی؛ چنانچہ امام بخاریؒ وغیرہ محدثین پر بھی آپ سال میں ایک مکمل قرآنِ مجید تلاوت کرکے ایصالِ ثواب فرماتے تھے۔

مگر جب آپ کی عمر ڈھل گئی، جوانی کی وہ ہمت وقوت باقی نہ رہی، صحت نے ساتھ چھوڑ دیا، بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ دیا، اعضا جواب دینے لگے، اور بالکل لاغر وناتواں ہوگئے تو آپ نے ایک مرتبہ فرمایا (یہ تقریباً ۲۰۰۸ کا زمانہ تھا) کہ: ''اب میں کمزور ہوگیا ہوں مجھ سے زیادہ پڑھا نہیں جاتا، اسی لئے اب میں اپنے محسنین کے نام پر صدقہ کردیا کرتا ہوں۔'' چنانچہ آپ کا یہ معمول رہا کہ آپ رمضان میں محسنِ اعظم ﷺ کے نام کم ازکم پانچ ہزار روپے صدقہ کیا کرتے تھے، اسی طرح محدثین کے نام خیرات نکالا کرتے تھے۔ الغرض آپ اپنے محسنین کو بڑے اہتمام سے یاد کیا کرتے تھے اور انہیں ایصالِ ثواب کیا کرتے تھے۔ خود احقر کا چشم دید واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ جمعہ کے روز پیسے گن رہے تھے، تقریباً ۹:۰۰ ساڑھے نو بجے ہوں گے، تو میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت کو اس وقت

پیسے گننے کی کیا ضرورت ہوگی؟ ابھی خیال گذر رہی تھا کہ حضرت نے فوراً خادم سے فرمایا لو یہ پیسے میرے والدین کے نام پر اتنے صدقہ کردو اور اتنے پیسے حضرت شیخ کے نام، اس طرح کچھ نام گنوا کر صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

حضرت کی کرامت کے دو واقعات :

ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ سفرِ حج کے دوران ہوائی اڈے پر سامان کی چیکنگ ہو رہی تھی، اور حضرت کے پاس ایک دستی بیگ تھا جس میں ایک قینچی بھی تھی، جب تلاشی کے وقت مشین پر سے سامان کے گذرنے میں دشواری پیش آئی تو حضرت فوراً اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اللہ سے عافیت کی دعا مانگی اور ادھر جب بیگ کھولا گیا تو اس میں بجائے قینچی کے چمچ نکل آیا اور حضرت مکہ شریف اپنے کمرہ میں پہنچے اور وہاں آپ قینچی کی ضرورت پڑی تو فرمایا کہ بھئی میں نے دستی بیگ میں قینچی رکھی تھی وہ کہاں ہے؟ جب بیگ کھولا گیا تو اس میں قینچی نکلی اور چمچ کا کہیں پتا نہ تھا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت مولانا ایوب صاحب پانولی دامت برکاتہم بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سہارنپور میں تھا کہ اچانک ایک ایسا زبردست زلزلہ آیا کہ جس سے پوری کی پوری عمارت ہل رہی تھی، میں جلدی سے حضرت کے پاس آیا تو دیکھا کہ حضرت قبلہ کی طرف رُخ کر کے بیٹھے ہوئے ہیں، پھر میں حضرت کو برآمدہ میں لایا اور وہاں رکھی ہوئی کرسی پر حضرت کو بٹھایا، پھر حضرت نے کچھ پڑھا اور زور سے زمین پر ایک پاؤں مارا تو مارتے ہی زلزلہ آن کی آن میں ختم ہو گیا۔

فکرِ آخرت :

یہ نبی کے وارث صحیح معنیٰ میں وارث کہے جانے کے قابل ولائق تھے، جس طرح ہمارے نبی ﷺ میں خوف وخشیت، ورع وتقوی، زہد وقناعت اکمل طور پر پایا جاتا تھا اسی طرح اس وارثِ نبی میں بھی یہ سب اوصاف کامل طور پر پائے جاتے تھے، فکرِ آخرت کا تو یہ حال تھا کہ اکثر فرمایا کرتے تھے ’’میری تو کوئی اولاد نہیں جو مجھے کچھ پڑھ کر بخشے یا میرے لئے صدقہ کرے، تم ہی میرے بچے ہو، تم مجھے پڑھ کر بخشنا اور میرے لئے صدقہ کرنا۔ اگر کسی کو کچھ کہہ بھی دیتے تو بعد میں معافی مانگ لیتے تھے۔ ایک مرتبہ کہنے لگے: اگر کسی کو میری برائی کرتے دیکھو تو میری طرف سے اس سے معافی مانگ لینا کہ یونس تم سے معافی مانگتا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ فرمایا یہ ارادہ ہے کہ بنگال، بہار، گجرات وغیرہ کے اخبار میں یہ بات لکھوا دوں کہ اگر میں نے کسی سے کچھ کہا ہو تو مجھے معاف کردے اور اخباروں میں یہ اعلان دے بھی دیا تھا۔ یہ سب صفات تقوی وفکرِ آخرت کے بغیر محال ہے، بغیر تواضع وانکساری کے ناممکن ہیں۔

حضرت کسی کو کوئی بات کہہ دیتے، ڈانتے یا تنبیہ کرتے تو اس بات کا خوب خیال فرماتے کہ کہیں حد تجاوزی تو نہیں ہوئی؟ حالانکہ آپ کا ٹوکنا، تنبیہ کرنا اپنے مریدوں، خادموں اور شاگردوں کی اصلاح کے پیشِ نظر ہوا کرتا تھا؛ لیکن فکرِ آخرت کا یہ عالم تھا کہ اپنے کو محتاج بنا کر سب سے معافی مانگتے کہ آپ نے کس کس کو ڈانٹا۔ اگر مجلس میں وہ شخص موجود ہوتا تو اس سے فوراً معافی مانگ لیتے؛ ورنہ تو اہلِ مجلس سے کہتے کہ بھائی میری طرف سے ان سے معافی مانگ لینا۔

شیخ کے انتقال کے بعد کس کو اپنا مربی بنائے؟ :

ایک مرتبہ امیرِ دعوت وتبلیغ (گجرات) حضرت مولانا عبدالغنی صاحب احمد آبادیؒ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے پوچھا ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کس کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت شیخ سے، ان کے انتقال کے بعد حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوا، حضرت نے فرمایا: مجھے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ تم حضرت ناظم صاحبؒ کے بعد انہیں کے کسی خلیفہ سے بیعت ہوتے تو زیادہ نفع ہوتا۔ اس

لئے کہ شیخ کا مجاز ہی جانتا ہے کہ سالک کو شیخ نے کتنا سبق پڑھایا ہے اور اسے اب کس اندازِ تربیت کی ضرورت ہے چنانچہ آپ حضرت جی سے اجازت لے کر قاری صدیق صاحب سے بیعت ہوجایئے۔ (حضرت قاری سید صدیق احمد باندوی صاحبؒ حضرت ناظم صاحبؒ کے خلیفہ تھے) انہوں نے ایسا ہی کیا، جس کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ ان کا حضرت سید قاری صدیق احمد صاحبؒ سے ایسا تعلق ہوا کہ انہیں سے خلافت بھی حاصل ہوگئی۔

اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے سبق ہے جو شیخ کی وفات کے بعد دوسرے مربی کی جستجو میں ہو۔

سانحۂ ارتحال :

طویل علالت کے بعد ۱۶ شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱ جولائی ۲۰۱۷ء بروز منگل تقریباً صبح ساڑھے نو بجے حضرت عمرِ عزیز کی ۸۳ بہاریں گزار کر اس دارِ فانی سے دارِ بقاء کی طرف روانہ ہوگئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضرت کی وفات کیا تھی..! علمی دنیا میں زلزلہ....عوامی حلقوں میں بھونچال....اور ایسا صاعقہ تھا کہ جس سے علم وفضل کی محفل اجڑ گئی، اصلاح وتربیت کی مسند ویران ہوگئی، آسمانِ علمِ حدیث کا تاباں ودرخشاں آفتاب روپوش ہوگیا، تحقیقات کا رواں دواں چشمہ تھم گیا، ہزاروں تشنگانِ علم کا ابرِ کرم یکا یک چھٹ گیا، سینکڑوں متوسلین کا سہارا اٹھ گیا....اور بس......

تم کیا گئے کہ دن بہاروں کہ روٹھ گئے

یہ محدثِ عصر علیہ الرحمہ کی حیاتِ مبارکہ کی چند روشن جھلکیاں ہیں، ورنہ ان کے کمالات واوصاف کے احاطہ سے قلم وبیان قاصر ہیں، اور بھی بہت سے گوشے پردۂ خفاء میں پڑے ہوئے ہیں، بشرطِ توفیق وصحت ان کو کسی اور موقع کے لئے چھوڑ کر رخصت ہوتا ہوں۔

ہم نے اپنے آشیانے کے لئے
جو چبھے دل میں وہی تنکے لئے